کھل اُٹھے پھول پھر صداقت کے
رائیگاں اپنا یہ لہو نہ گیا



صداقت کے پھول

عزیز ناگپوری

درگاہ یوسفینؒ نامپلی حیدرآباد



502

پیش لفظ

عزیز ناگپوری

کچھ اپنے اور کچھ اپنے قلم کے بارے میں...

علم کسی شئے کو جاننے کا نام ہے اور اسی عمل کی تکمیل کے بعد اگر اس کو لفظ و معنیٰ کے اچھے پیراہن میں صفحۂ قرطاس پر رگوں میں دوڑتے خون کی طرح پیش کر دیا جائے تو اس کا رشتہ ہماری تہذیب سے ایسا جڑ جاتا ہے کہ صدیاں اس کو مٹا نہیں سکتیں۔ ازل سے آج تک قلم اسی جستجو میں متحرک رہے ہیں اور اپنی گل کاری کے بل بوتے پر اپنا لوہا منوا رہے ہیں۔ میں نے آنکھ کھولی تو ناگپور مہاراشٹر کے ایک ایسے گھرانے میں خود کو پایا جہاں نہ صرف سچ بولا جاتا تھا بلکہ سچ کی حفاظت کے لیے شمشیر و سنان بھی اُٹھائی جاتی تھی۔ ابھی آٹھ سال کی عمر ہی تھی کہ بھاگو دوڑو کی آواز نے لرزہ براندام کر دیا۔ سنہ ۴۸ء میں ناگپور کے دونوں گھر لُٹ گئے اور ہوش آیا تو خود کو فیل خانے کے کیمپ میں بہن بھائیوں کے ساتھ پایا۔ والد محمد عبدالکریم صاحب درد شفقت کا نمونہ تھے اس بدحالی اور تباہی کے دور میں بھی عزت سے کٹی۔ والد کی شاعری بچپن ہی سے دل کو موہ لیتی تھی ان کے ساتھ مشاعروں میں بیٹھ کر سننے کا موقعہ ملا۔ آگ پہ تیل چھڑک دیا گیا۔ مزاج

کتاب صَداقت کے پھول
مُصنّف عزیزہ ناگپوری
اشاعت کا سال نومبر سنہ ۱۹۹۶ء
تعداد اشاعت (۵۰۰)
مطبع سنڈیکیٹ پریس
کتابت میر طیب علی کاتب
بحُسنِ تعاون :۔ آندھرا پردیش اُردو اکیڈیمی
قیمت — ۴۰ روپے

:۔ ملنے کے پتے :۔

۱۔ مکان نمبر 5-7-124 درگاہ یوسفین رحؒ نامپلی حیدرآباد
۲۔ اُردو اکیڈیمی حیدرآباد
۳۔ مکتب شاداب ۔ لال ٹیکری حیدرآباد
۴۔ L 10 چار قندیل آغاپورہ حیدرآباد
۵۔ محمد جمیل پروپرائٹر گلزار فٹ ویر نامپلی
متصل : شامیانہ ہوز نامپلی نزد درگاہ یوسفین رحؒ

شاعری کے لئے موزوں تھا ہی مشاعروں کی فضائیں اسکو ملا بخشی گئے ہیں۔ سوز تھا ترنم سن کر لوگ طلعت محمود کو یاد کرنے لگتے۔ گلوکاری میں بھی ایوارڈ ملے۔ اپاسکو اکیڈمی نے طلعت محمود آف آندھرا پردیش کا اعزاز عطا کر دیا۔ شاعری میں سچائی کا اظہار کرنا اور تباہ حال انسان کی دھڑکنوں کو پیش کر کے دل کی بھڑاس نکالنا اپنا شعار بن گیا اور بے ساختہ یہ شعر

عزیز آج کی دنیا ہے جھوٹ کی دنیا
ہمارے عہد کی دانشوری بھی جھوٹی ہے

غم دوراں اور غم جاناں کی آمیزش کے بعد کندن ہو کر قلم کی نوک سے چھلک گیا غزل صرف معشوق سے باتیں کرنے کا نام ہے مگر معشوق گوشت پوست والی عورت کے علاوہ بھی کوئی اور ہو سکتی ہے ظالم زمانہ انسان کا دوغلا اور کھوکھلا پن بھی موضوع شعر بن سکتا ہے۔

داد سب لوٹ کر لے گئے بے ہنر
اور اہل ہنر دیکھتے رہ گئے

مگر اس کیفیت میں بھی مجھ پر کبھی مایوسی نہیں چھا سکی۔

ہو کے مایوس میں کھو نہ گیا
لیکن خالی کبھی سبو نہ گیا
کھل اٹھے پھول پھر صداقت کے
رائیگاں اپنا یہ لہو نہ گیا

ہزاروں صداقتیں ایسی ہیں جو بار بار تحریر کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر صداقتوں کے اظہار سے کڑواہٹ کے پھیلنے کا امکان زیادہ ہوا کرتا ہے اس لئے یہ سوچ کر ہاتھ روک لیتا ہوں کہ سچائی اور صداقت کا اظہار تو شاعری

میں ہو چکا ہے مزید کچھ اپنے بارے میں تحریر کرنے سے زیادہ اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے ابتدائی حالات تحریر کردوں۔

میری ابتدائی شاعری ابوالمحامد عرشی علیہ الرحمہ مرحوم کی دیکھی ہوئی ہے۔ اور میں نے باقاعدہ اُن سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ وہ بزرگ آدمی تھے۔ اُنھوں نے میرا تعارف ملک الشعراء حضرت اوج یعقوبی صاحب سے کروایا۔ انہوں نے میری ہمت افزائی فرمائی اور اپنی شاگردی میں لے لیا اُنکی وفات کے بعد کچھ دنوں حضرت خواجہ شوق صاحب قبلہ نے بھی میرے کلام کو دیکھا مگر جدید دور کی نئی شاعری مجھے نکری بدایوتی صاحب کے اسکول میں کھینچ لائی یہاں یہ تحریر کرنا بھی ضروری ہے کہ میرا یہ مجموعہ کلام اُردو اکیڈیمی آندھرا پردیش کی مالی اعانت سے شائع ہو رہا ہے دیگر میرے کرم فرما" جناب محمد خواجہ عبداللطیف صاحب پروپرائیٹر سیمسن الکٹرک ورکس شانتی نگر، جناب سعید بھائی صاحب پروپرائٹر "الفلاح" حضرت قبلہ جناب فیصل علی شاہ صاحب سجادہ نشین بارگاہ یوسفینؒ اور دوسرے احباب کا کافی مشکور ہوں جنھوں نے میری ہمت افزائی کی۔

فقط
عزیز ناگپوری



فکری بدایونی

کرب کا مسافر ـ عزیز ناگپوری

عزیز ناگپوری صاحب کو میں گذشتہ تیس برسوں سے بحیثیت شاعر جانتا ہوں۔ کیونکہ انکو میں نے کل ہند انجمن خیال کے مشاعرے میں اپنی مسحور کن آواز سے داد لیتے اور لوگوں کو سر پیٹتے دیکھا ہے۔ مگر سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ مشاعرے میں پڑھنے سے کسی کو شاعر کیسے مان لیا جائے جبکہ یہ عام بات ہے کہ اس دیار شعر و ادب میں سادے کاغذوں کو بھی ہر مہینے کی پہلی تاریخ پر بند لفافوں میں قیمت عرض ہنر کے بار لے شاعری مل جاتی ہے۔

اب کسی کو شاعر ماننے کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ایک فارمولا بنایا جائے جس میں یہ دیکھا جائے کہ شاعر کا اپنا الگ رنگ ہے کہ نہیں۔ اسکی شاعری اس دیار ادب کے استاد شاعروں سے میل تو نہیں کھاتی۔ اس عمل تقطیر کے بعد اب یہ دیکھا جائے کہ شاعر کے پاس اُسکا داخلی کرب ہے کہ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہے تو اُسکا کرب روحانی ہے یا کہ جسمانی اُن دونوں مراحل سے شاعری کو گذار کر ہم کسی شاعر کو بلا جھجک شاعر کا درجہ عطا کر سکتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ آپ تو اہل قلم ہیں۔ کیا زبان کی اہمیت آپکے پاس نہیں۔ زبان بیشک درست ہونا چاہیئے مگر اعلیٰ شاعری کی دروں بینی کو جتنے وقت اگر آپ زبان میں پھنس

جائیں گے تو علامہ اقبال تک کے پاس ایکو میگ میسج انکل آئے گی مگر زبان پر بھی سطحی نگاہ ڈالی جانی چاہیے۔

عزیز ناگپوری معمولی کرب کے حامل شاعر نہیں ہیں ان کا کرب انکی پوری شاعری میں پھیلا ہوا ہے اسی لئے وہ قبیل خانہ ہی کیا دوسرے کئی ناگپور کے شاعروں سے ممتاز ہیں۔

ہر جگہ خونریزوں کی چھپ رہی ہیں سرخیاں ؎
بھیگا بھیگا آنسوؤں میں آج کا اخبار ہے

حقیقت کا اظہار اور وہ بھی شاعری میں بعض وقت بہت ہی تلخ ہو جاتا ہے اور قاری جو کچھ دیر شاعری سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے ایسے اشعار کو بالکل (نامنظور) کر دیتا ہے۔ مگر عزیز ناگپوری کا یہ شعر اپنے موضوع کے حساب سے تلخ ترین ہے مگر انھوں نے اس پر آنسوؤں کی نرماہٹ لپیٹ کر دل کو چھو لینے والا شعر بنا دیا۔ یہ صرف عزیز ناگپوری کا ہی کمال ہے اس شعر میں ناگپوری صاحب نے اسقدر احتیاط سے اپنا ادعا بیان کیا ہے کہ نہ تو وہ اس تلخی کی لپیٹ میں آتے ہیں اور نہ قاری۔ بعض اشعار میں تو انکا کرب شیر کی طرح دہاڑتا نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بڑے سلیقے سے پی کر لہو غریبوں کا
ہمارا وقت تو نکر دکھائی دیتا ہے
ہمدر دیوں نے اور بڑھادی برہنگی
دنیا میں بیکسوں کا کوئی مہربان نہیں
ظلم و نفرت چھوٹ ہی جب زیست کا معیار ہے
کس سے پوچھیں کون ہم میں صاحب کردار ہے
لوگ ڈرتے ہیں یہاں حق کو بیاں کرنے سے
پڑ گیا منہ پہ زمانے کے یہ تالا کیسے

میں عزیز ناگپوری صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے باوجود مشکلوں اور رکاوٹوں کے مجموعہ نکالنے کا قصد کیا۔

عزیز ناگپوری ایک ذہین اور خود ساختہ شاعر ہیں انکی شاعری کا منتخبہ کلام یقینی طور پر عوام میں مقبول ہوگا۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

فکری بدایونی



حمدِ باری تعالیٰ

تو ہی جانتا ہے یہ بہتر خدایا
ہے کس کس کے کیا دل کے اندر خدایا

ستم کر رہے ہیں ستمگر خدایا
کرم کر کرم کر کرم کر خدایا

سمندر کو چاہے تو قطرہ بنا دے
تو قطرے کو کر دے سمندر خدایا

ہر اک شئے پہ تیری حکومت ہے ہر سو
تو ہے سب سے بالا و برتر خدایا

زمانے میں جب بھی قدم لڑکھڑائے
تیرا نام آیا ہے لب پر خدایا

نہ دے سیم و زر تو کوئی غم نہیں
ہمیں اپنی رحمت عطا کر خدایا

عزیزؔ اپنی ہستی سے اب مطمئن ہے
تیرا نام رہتا ہے لب پر خدایا

حمدِ باری تعالیٰ

نظر ہم سب پہ رکھتا ہے سدا تو
دو عالم کا نگہباں ہے خدا تو

ہزاروں ماؤں کی ہے مامتا تو
رہے بندے سے پھر کیسے خفا تو

پڑی ہے جن کی عزّت مشکلوں میں
خدایا آبرو اُن کی بچا تو

جہاں کا ذکر ہی کیا میرے مولیٰ
دو عالم پر ہے چھایا جا بجا تو

ہو کیسا بھی کوئی دُنیا میں عاصی
اُسے بھی رزق دیتا ہے خدا تو

عزیزؔ بے نوا پر ہی کرم کیا
ہے ہر بے کس کا یارب آسرا تو



نعت شریف

اپنی تو سمجھ میں بس اک بات یہی آئی
دیدارِ محمدؐ ہے خالق کی شناسائی

وہ چاہتے ہیں جن کو ٹھوکر سے جلاتے ہیں
آقا کے غلاموں میں ہے شانِ مسیحائی

میں ناز کروں جتنا خوش بختی پہ وہ کم ہے
دربارِ محمدؐ میں قسمت مجھے لے آئی

ہر وقت نگاہوں میں وہ گنبدِ خضرا ہے
جب دل کی طرف دیکھا سرکارؐ کی یاد آئی

دنیا کی نگاہوں میں وہ کعبۂ ایماں ہے
کرتے ہیں سلاطیں بھی جس در کی جبیں سائی

دنیا ہو کے محشر ہو کیا خوف عزیز اُس کو
ہو جن پہ کرم اُن کا ہوتی نہیں رسوائی



نعتِ شریف

کیا خوب یہ اعزازِ رسولِ عربی ہے
سرکار کی طرح نہ کوئی تھا نہ کوئی ہے

سرکار کے دیدار کی یہ کیسی خوشی ہے
کیا فرشِ زمیں عرش پہ بھی دھوم مچی ہے

دُنیا سے ہوئے دورِ جہالت کے اندھیرے
قدموں نے شہِ دیں کے عجب روشنی کی ہے

ہو جائے کرم جس پہ بھی سرکار کا میرے
وہ شخص حقیقت میں مقدر کا دھنی ہے

معلوم نہیں کب ہو عزیز اپنا بلاوا
اِک ایک گھڑی ہجر کی ایک ایک صدی ہے



نعتِ شریف

جائے گا خلد میں وہ بڑے کرّ و فر کے ساتھ
نعتِ نبی جو لکھّے گا خونِ جگر کے ساتھ

پیدا ہوئے ہیں لاکھ پیمبر جہاں میں
خیرالبشرؐ کی بات ہے خیرالبشر کے ساتھ

دوزخ کی آگ اُس پہ یقیناً حرام ہے
مِٹ جائے جو نبیؐ کے غم معتبر کے ساتھ

نسبت رسولِ پاک کی کام آئے گی سدا
فضلِ خدا بھی ہوگا لحد میں بشر کے ساتھ

آسان گزرے راہ سفر ترا اے عزیز
ذکرِ رسول بھی ہو مسافر سفر کے ساتھ



نعتِ شریف

نبیؐ کی یاد سے یوں روح جگمگاتی ہے
کلی کلی چمنِ دل کی مسکراتی ہے

دُعا کو ہاتھ اُٹھے اور مراد پائی ہے
تمہارے روضہ کی سرکار یہ بڑائی ہے

جو چاہیں آپ تو بن جائے رائی بھی پربت
نہ چاہیں آپ تو پربت بھی ایک رائی ہے

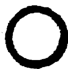
دہائی اپنے مقدر کی اور کیا ہوگی
گدا ہیں اور درِ شاہ تک رسائی ہے

نبیؐ کا سایۂ دامن ملا ہے جس دن سے
نہ کوئی غم ہے نہ احساسِ بیوفائی ہے

کبھی تو آپ کے جلوؤں سے آنکھ روشن ہے
یہی تو آس مجھے در پہ کھینچ لائی ہے

عزیز آرزو پیغمبروں نے کی جس کی
رسولِ پاک کی نسبت وہ ہم نے پائی ہے





افسانۂ حیات کو دہرا رہے ہیں ہم
پھر ایکبار تیرے قریب آ رہے ہیں ہم

روشن ہیں اُن کے نقش قدم دور دور تک
ناحق غمِ حیات سے گھبرا رہے ہیں ہم

دیوانہ کہہ رہے ہیں وہ اپنی زبان سے
اپنی وفا کا آج صلہ پا رہے ہیں، ہم

اے چشم التفات سہارا تو دے ذرا
دو دن کی زندگی سے بھی تنگ آ رہے ہیں ہم

جل کر عزیز عشق کی خاموش آگ میں
درسِ وفا جہاں کو دیئے جا رہے ہیں ہم



منقبت غوثِ اعظم دستگیر رض

ہوں محتاجِ کرم میں آپ کا محبوبِ سبحانی
میرا سینہ ہے زخموں سے بھرا محبوبِ سبحانی

تمہیں ہو بیکسوں کا آسرا محبوبِ سبحانی
ہے نازاں تم پہ سب ہی بے نوا محبوبِ سبحانی

بلائیں اُڑ گئیں ساری ہوائیں دھول کی طرح
نشاں گھر پر جو دیکھا آپ کا محبوبِ سبحانی

گذاروں کب تلک میں زندگی یہ کسمپرسی میں
کرم مجھ پر بھی کر دیجیے ذرا محبوبِ سبحانی

نگاہِ لطف جس پر بھی عزیزؔ اُنکی ہوئی جس دن
بنا دہ ایک پل میں کیا سے کیا محبوبِ سبحانی





افسانۂ حیات کو دہرا رہے ہیں ہم
پھر ایکبار تیرے قریب آ رہے ہیں ہم

روشن ہیں اُن کے نقش قدم دور دور تک
ناحق غمِ حیات سے گھبرا رہے ہیں ہم

دیوانہ کہہ رہے ہیں وہ اپنی زبان سے
اپنی وفا کا آج صلہ پا رہے ہیں، ہم

اے چشمِ التفات سہارا تو دے ذرا
دو دن کی زندگی سے بھی تنگ آ رہے ہیں ہم

جل کر عزیزؔ عشق کی خاموش آگ میں
درسِ وفا جہاں کو دیئے جا رہے ہیں ہم





وہ کبھی اپنا پتہ پاتا نہیں
حادثوں کی زد میں جو آتا نہیں

دل سے وہ نزدیک ہیں نظروں سے دور
یہ معمہ کوئی سمجھاتا نہیں

پیتے ہیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
اپنے ساقی سے حجاب آتا نہیں

میرے سر آنکھوں پہ ان کا ہر سلوک
لب پہ میں شکوہ کبھی لاتا نہیں

زمین پر آتی ہے جب قسمت عزیز
دامن اپنا کون پھیلاتا نہیں





جس کے دل میں خوشی نہیں ہوتی
اُس کے لب پر ہنسی نہیں ہوتی

گفتگو اُن سے اور آنکھوں میں
بات کیوں کام کی نہیں ہوتی

کام دُنیا کے آپ کرتے ہیں
اُس کی ہی بندگی نہیں ہوتی

بھولے بھٹکوں کو راہ دکھلا نہ
یہ کوئی رہبری نہیں ہوتی

جس پہ نظرِ کرم تمہاری ہو
اُس کو کوئی کمی نہیں ہوتی

آپ کی عاجزی گوارا ہے
غیر سے عاجزی نہیں ہوتی

زندگی آپ کی امانت ہے
یہ عزیز آپ کی نہیں ہوتی





اَب وقت کا مزاج ہے ایسا بنا ہوا
جو بے وفا ہوا وہ بڑا باوفا ہوا

حیرت ہے مجھکو یہ کہ زمانے کو کیا ہوا
سب کے دلوں میں اب بھی ہے کینہ بھرا ہوا

اتنا ملال کرنے سے کچھ فائدہ نہیں
چھوڑو ذرا سی بات میں ہے کیا رکھا ہوا

کردار بھی بڑے ہوں بڑائی کے واسطے
کب اپنے منہ سے آپ بھی کوئی بڑا ہوا

دُنیا کی طرح اُس کی نظر بھی بدل گئی
میں سوچتا ہی رہ گیا قصہ یہ کیا ہوا

کب تک جفائیں سہتے رہینگے عزیز ہم
کیوں سب کے منہ پہ اب بھی ہے تالا پڑا ہوا





اِک یہی میرے دل کو گلہ رہ گیا
کیوں ہیں تشنہ تیری دید کا رہ گیا

سب کی نظروں میں گرنا پڑا ہے مجھے
ایک اُن کی نگاہوں میں کیا رہ گیا

اپنی مرضی کا ہر کام کرتے ہیں لوگ
صرف کہنے کو خوفِ خدا رہ گیا

چھُٹ گئے سب سہارے جہاں کے مگر
دامنِ یار کا آسرا رہ گیا

جب گلُستاں کی رونق ہی باقی نہیں
سوچتا ہوں گلستاں میں کیا رہ گیا

مٹ گئے سارے غم خود ہی دل سے عزیزؔ
اِک غمِ دوست دل سے لگا رہ گیا





کیسا عجیب ہم پہ یہ عالم ہے جبر کا
پیغام دے رہیں سبھی ہم کو صبر کا

کب تک اسیرِ غم رہوں میں اس جہاں میں
لبریز ہو رہا ہے یہ پیمانہ صبر کا

اتنی ہے آرزو میری اے ربِّ ذوالجلال
کٹ جائے تیرے ذکر میں کچھ حصّہ عمر کا

حُسنِ خلوص سے کرو اخلاق کو وسیع
اچھا نہیں عمل یہ کسی سے بھی جبر کا

حق سے نہ منہ کو موڑنا دنیا میں اے عزیز
سب کو حساب دینا ہے اِک دن تو قبر کا





اب ہم پہ التفاتِ دلِ دوستاں نہیں
تو مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں

زخمِ جگر کو میرے کوئی کیا سمجھ سکے
تیرے سوا جہاں میں کوئی راز داں نہیں

ہر سمت دیکھتا ہوں تم ہی تم ہو جلوہ گر
جلوے تمہارے حسن کے روشن کہاں نہیں

سوزِ غمِ فراق کی لذّت عجیب ہے
میری نظر میں ایسا کوئی امتحاں نہیں

کیجئے نہ ختم کوششِ پیہم کا سلسلہ
محنت ہماری ہوگی کبھی رائیگاں نہیں

تنگ آ چکا ہوں گردشِ دوراں سے اے عزیز
چل ماورائے عرش جہاں کچھ زیاں نہیں





یہ کرم ہے آنکھ جو پر نم نہیں
دل پہ طاری سوز کا عالم نہیں

جانتی ہے یہ مآلِ حسنِ گل
بے سبب یہ گریۂ شبنم نہیں

ہم تو قرباں ہیں جفاؤں پر تیری
آزمائش کا تجھے کچھ غم نہیں

دورِ ماضی کیا گیا سب کچھ گیا
وہ سماں وہ پیار کا عالم نہیں

یاد رکھنا بعد مردن دہر میں
تذکرے ہونگے ہمارے ہم نہیں

ہے نگاہوں میں جمالِ حسنِ یار
ظلمتوں سے ڈرنے والے ہم نہیں

آپ کا دامن ہے جب سر پر مرے
پھیر لے دنیا اگر منہ غم نہیں

اک تبسم پر فدا اب جان ہوئی
اب عزیزِ بے نوا کو غم نہیں



غم زدہ دل کو ستانے سے کیا فائدہ
دل جلوں کو جلانے سے کیا فائدہ

دے چکے ہیں جو اپنی وفا کا ثبوت
اب اُنھیں آزمانے سے کیا فائدہ

ہو سکے گر تو دل اپنے روشن کرو
شمعِ محفل جلانے سے کیا فائدہ

لٹ گیا گلستاں چھا گئی ہے خزاں
اب نشیمن جلانے سے کیا فائدہ

آج عزیز تم ہی جب غم کے شعلوں میں ہو
بے سبب مسکرانے سے کیا فائدہ





جہاں میں جیتا ہوں اِک چیخ سی دبی لیکر
کہ لطف آتا ہے جینے کا تشنگی لیکر

جو ہو سکے تو جی ہونٹوں پہ تو ہنسی لیکر
مرے غموں کا فسانہ گلی گلی لیکر

الٰہی اُن کا تڑپنا ہے ناگوار مجھے
سکون دے دے اُنھیں میری زندگی لیکر

نہ جانے کون تھا وہ اور کہاں سے آیا تھا
گیا ہے دل کو میرے ایک اجنبی لیکر

دلِ عزیز کہیں غمزدہ نہ ہو جائے
نہ آؤ روبرو آنکھوں میں تم نمی لیکر



ایک ایک پھول شاخ پہ مرجھا کے سو گیا
کیا باغ تھا بہار میں برباد ہو گیا

فریاد بن گئی ہے کناروں کی خاموشی
طوفان آ کے کشتیاں سب کی ڈبو گیا

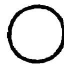
ہم بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے سب یہاں
نفرت کا بیج کون دماغوں میں بو گیا

دامن بچا رہی تھی شب غم محبت مگر
سیلاب میرے اشکوں کا دامن بھگو گیا

امید جس سے رکھی تھی ہم نے سکون کی
وہ آ کے دل میں اور بھی کانٹے چبھو گیا

جس نے نظر ملائی تھی کل آپ سے عزیز
سب کی نظر میں آج وہ بدنام ہو گیا





ہجومِ غم میں بھی دل رشکِ لالہ زار نہیں
بہار میں کوئی ہنگامۂ بہار نہیں

یہ اور بات ہے آجاتی ہے ہنسی ورنہ
تمہاری باتوں پہ کب مجھکو اعتبار نہیں

نگاہِ شوق سے پوچھے کوئی یہ افسانہ
نظر جھکا کے وہ کہتے ہیں بار بار نہیں

حسیں ہو پھر بھی محبت کے اس زمانے میں
تمہارے حسن پہ دنیا کو اعتبار نہیں

زمیں سے لے کے فلک تک ہے اختیار مگر
عزیزؔ ہم کو محبت پہ اختیار نہیں





بُرا نہ مان تو اک بات تجھ سے کہتا ہوں
میں اِس جہان میں تیرے بغیر تنہا ہوں

قدم قدم پہ غموں کا، ہجوم ہے یا ربّ
سنبھل سنبھل کے ہر اِک راہ سے گذرتا ہوں

زباں خموش نگاہیں خموش ہیں لیکن
وہ خوب جانتے ہیں میں کیا کہنے والا ہوں

تیرے حسین خیالوں کی روشنی پاکر
بلندیوں کی ہر اِک انتہا کو پہنچا ہوں

گواہ چاند ستارے ہیں آسماں پہ عزیزؔ
کہ کتنی دیر سے میں اُس کی راہ تکتا ہوں





نیا سورج اُگا وہ پھر گگن میں
دھرا کیا ہے روایاتِ کہن میں

جلاؤ خونِ دل یا آشیانہ
اُجالا چاہیے کچھ تو چمن میں

گلوں کی یاد دل سے کیا مٹے گی
رہا ہوں اِک زمانے تک چمن میں

عزیزؔ اب کیا علاجِ دردِ دل ہو
لگی ہے آگ میرے تن بدن میں





حادثوں کا جہاں سلسلہ بن گیا
اُس کے گھر کا محافظ خدا بن گیا

خاک بھی کیمیا اُس زمیں کی ہوئی
جس زمیں پر ترا نقشِ پا بن گیا

موت پیغام اپنا سنانے کو تھی
اِک تبسّم ترا آسرا بن گیا

مجھ سے ملتے گئے حادثے جس قدر
اور پختہ میرا حوصلہ بن گیا

صبح بےچین وہ شام بےچین وہ
وقت اُن کے لئے اب سزا بن گیا

کارنامے بھی لوگوں نے ایسے کئے
اُن کا کردار اِک آئینہ بن گیا

دوست جس کو سمجھتے رہے ہم عزیز
وہ بھی اب تو مخالف مرا بن گیا



اُن کے جلوؤں کو میں نے جب دیکھا
دل کا عالم ہی کچھ عجب دیکھا

اُن کو برہم جو بے سبب دیکھا
ہر تمنّا کو جاں بہ لب دیکھا

کوئی کیا ہو شریکِ غم اپنا
غیر کا درد ہم نے کب دیکھا

غم کی تصویر لگ رہے ہیں وہ
اُن کو خاموش بیٹھے جب دیکھا

تیرے در پہ تو سب ہی جھکتے ہیں
یہ کرشمہ بھی کچھ عجب دیکھا

وقت بدلہ عزیز جس دن سے
با ادب کو بھی بے ادب دیکھا

تجھکو اے بے خبر نہیں معلوم
زیست ہے مختصر نہیں معلوم

ہر طرف نُور جلوہ گر دیکھا
کس کی ہے رہگذر نہیں معلوم

یاد آیا ہے وقتِ شام کوئی
کیسے ہوگی سحر نہیں معلوم

تیرا دیوانہ جا کے منزل پر
کیوں ہوا بے خبر نہیں معلوم

بعد مدت کے ہیں کیوں کھلیں آنکھیں
کس کی ہیں منتظر نہیں معلوم

کیسے وہ درد آشنا ہوگا
جس کو دردِ جگر نہیں معلوم

میرے سائے کے ساتھ رہتا ہے
کون ہے ہمسفر نہیں معلوم

گرنے والوں کو تھام لیتی ہے
کس کی ہے یہ نظر نہیں معلوم

رونقِ بزم بڑھ رہی ہے عزیز
کون ہے جلوہ گر نہیں معلوم





متاعِ زیست یہ مانئیں جو میری ذات ہوئی
حیات بھی وہاں شرمندۂ حیات ہوئی

ہم اِک قدم بھی جہاں اُس کی سمت بڑھنے لگے
خدائے پاک کی رحمت ہمارے ساتھ ہوئی

تمہارا غم ہی مرے حق میں ایک نعمت ہے
مسرتوں کو جو اچھا ہوا نجات ہوئی

جہاں بھی دل میں غرور اپنے ہوگیا شامل
قسم خدا کی وہیں پر ہماری مات ہوئی

ہمارا اُن کا تعلق رہا ہے برسوں سے
مگر نہ آج تلک ایسی کوئی بات ہوئی

تمہیں بھلانا تو ممکن نہیں ہے مجھکو عزیز
تمہارے دم سے تو روشن مری حیات ہوئی



بن جائیں اتنے زندہ دل اے یار کم سے کم
ہو جائیں ہم سے حادثے بیزار کم سے کم

احساں جتا کے مجھ پہ کئی بار آپ نے
اپنا دکھا دیا مجھے معیار کم سے کم

اشکوں کے بدلے لب پہ تبسم سجائیے
مجھ سے نہ ہوگا درد کا اظہار کم سے کم

رحمت قریب آپ کے آئے گی دوڑ کر
نامِ خدا تو لیجئے اِک بار کم سے کم

کب تک جہاں میں ایسے ہی سوتے رہیں گے ہم
ہو جائیں اب تو نیند سے بیدار کم سے کم

کیسے سمجھ میں آئے گی یہ زندگی عزیزؔ
جب تک نہ حادثوں سے ہوں دوچار کم سے کم





میرے وجود پہ کیسا خمار چھایا ہے
یہ کون آج تصوّر میں میرے آیا ہے

جب اُن کے حسن کا مہتاب جگمگایا ہے
شکست کھا کے اندھیروں نے سر جھکایا ہے

بھٹک رہا تھا میں تاریکیوں کے غاروں میں
تیرے کرم نے مجھے راستہ دکھایا ہے

میری نظر میں ہے غیروں کا درد بھی اپنا
ہر ایک غم جو میرے دل میں ہے پرایا ہے

وہیں وہیں پہ مجھے دوست تو نے تھام لیا
جہاں جہاں بھی قدم میرا لڑکھڑایا ہے

کچھ اور لمحوں کی یارب تو زندگی دے دے
عزیزؔ کہہ کے کسی نے مجھے پُکارا ہے





خوفناک محشر میں ایسا امتحاں ہو گا
سوچنے سمجھنے کا وقت ہی کہاں ہو گا

رنج و غم میں ہم کو بھی مسکرا کے جینا ہے
نہ اُمید ہونے سے دُور غم کہاں ہو گا

کیا اُمید رکھیں ہم بے وفا زمانے سے
حال پر ہمارے اب کوئی مہرباں ہو گا

کیوں پریشاں ہوتے ہیں آپ غم کے نالوں سے
رنج و غم کے سہنے سے حوصلہ جواں ہو گا

سوچتا ہوں میں اکثر یہ قفس میں رو رو کر
جانے کیسی حالت میں میرا آشیاں ہو گا

دیکھ لوں عزیز تراُن کو میں بھی آج جی بھر کے
کم سے کم یونہی رنگین دل کا یہ جہاں ہو گا



اسی لئے تو مجھے درد کا مزہ نہ ملا
کہ میرے درد سے کوئی بھی آشنا نہ ملا

غمِ حیات کے اتنے بڑے سمندر میں
مجھے حیات کا ابتک کوئی پتہ نہ ملا

تمہاری کھوج میں خود کو مٹا دیا میں نے
تمہارے گھر کا مگر مجھکو کچھ پتہ نہ ملا

زمانے بھر کے حسیں یوں تو ہم نے دیکھے ہیں
جوابِ حسن مگر کوئی آپ کا نہ ملا

جہاں میں ہم کو بہت ہے وفا ملے لیکن
تمہاری طرح ہمیں کوئی بے وفا نہ ملا

زمیں سے تابع فلک احترام کرتے ہیں
کسی کو آپ کی طرح وہ مرتبہ نہ ملا

عزیز وہ تو رگِ جاں کے ہے قریب مگر
سنا ہے لوگوں کو ابتک کہیں خدا نہ ملا





پل میں آکر لوٹ جانا آپ کا اچھا نہیں
اک جھلک سے آپ کی تو دل میں پیر ابھرتا نہیں

مشغلہ ہر دم ہے میرا آفتوں سے کھیلنا
حادثوں کے سامنے میں سر جھکا سکتا نہیں

حسن کا جب چاہا بہایا خون پانی کی طرح
آنے والے وقت کو تم نے کبھی سوچا نہیں

ہر صفحہ پر ہیں فسادوں کی ہی خبریں ان دنوں
امن کا پیغام اخباروں میں اب ملتا نہیں

آبرو اللہ کے گھر کی بچانے کے لئے
جان دینے کے سوا اب تو کوئی رستہ نہیں

کام ہم سے بھی چمن کی پاسبانی کا تو لیں
ہم وفا کے نام پر دینگے تمہیں دھوکہ نہیں

اس لئے رکھتا ہوں غم کو زندگانی میں عزیز
غم بنا تو زندگی میں لطف بھی آتا نہیں





جو دے سکے نہ روشنی اُس سے ضیا نہ مانگ
تو سنگِ دل سے رحم و کرم کی دُعا نہ مانگ

قاتل سے زندگی کا کبھی آسرا نہ مانگ
اِک بے وفا سے تو کبھی عہدِ وفا نہ مانگ

طوفانِ حادثات کا ہے نام زندگی
ہو کر شکستہ حال تو رب سے قضا نہ مانگ

کچھ بھی وفا کا پاس اگر ہے تجھے اے دوست
شانِ وفا یہی ہے وفا کا صلہ نہ مانگ

جو مانگنا ہے مانگ محبّت سے تو مگر
اپنے عزیز کو کبھی کر کے خفا نہ مانگ



میں سمندر میں پیاسا کھڑا رہ گیا   یہ زمانہ مجھے دیکھتا رہ گیا
اک یہی میرے دل کو گلہ رہ گیا   کیوں میں تشنہ تیری دید کا رہ گیا
لُٹ گئے سب سہارے جہاں کے مگر   دامنِ یار کا آسرا رہ گیا
شہر کے سارے گھر ڈھیر لیے ہوئے   آنے جانے کا بس راستہ رہ گیا
چار آنکھیں تو ان سے ہوئیں ہیں مگر   دل کا باقی ابھی فیصلہ رہ گیا
اپنی مرضی کا ہر کام کرتے ہیں لوگ   صرف کہنے کو خوفِ خدا رہ گیا
اس نے محفل میں میری غزل چھیڑ دی   میری آہوں کا اِک سلسلہ رہ گیا
ہم تو جھک گئے دشمن سے ملتے رہے   جانے کیا بات ہے فاصلہ رہ گیا
گھٹ گیا دم فضاؤں میں آواز کا   صرف لوگوں کا اب قہقہہ رہ گیا
کہہ دیا میں نے غصے میں اچھا بُرا
میرے دل میں مگر وسوسہ رہ گیا





آفتوں پر آفتیں ہیں ہم پہ نازل آج کل
بس یہی زادِ سفر ہے سوئے منزل آج کل

پھر رہا ہے زر کی خواہش میں دیوانہ وار کیوں
ہو رہا ہے کیوں یہ انساں خود سے غافل آج کل

جن کی اردو دوستی کی گونج تھی چاروں طرف
بن گئے ہیں کیوں وہی اردو کے قاتل آج کل

ہم جسے آساں سے آساں عمر بھر کرتے رہے
ہوگئی وہ زندگی مشکل سے مشکل آج کل

دورِ حاضر کا کرشمہ کم نہیں یہ بھی عزیز
بن گیا ہے نامور بزدل سے بزدل آج کل





آگ ہے بھڑکی ہوئی ہر گلِ خنداں کے قریب
کون اس حال میں جائے گا گلستاں کے قریب

موت اک کھیل ہوا کرتی ہے دیوانوں کو
رقص پروانوں کا ہے شمعِ فروزاں کے قریب

حادثے نام سے گھبرانے لگے ہیں میرے
جب سے آیا ہوں ترے سایۂ داماں کے قریب

اک اک کر کے ہوئے غرق سفینے سارے
کس میں ہمت ہے کہ اب آئے وہ طوفاں کے قریب

روشنی ہوتی ہے ایماں کی پختہ جن میں
آنچ آنے نہیں دیتے کبھی ایماں کے قریب

غم کے صحرا میں یہی سوچ رہا ہوں کب سے
کب بہار آئے گی آخر دلِ ویراں کے قریب

کسی موسم کی نہیں اپنے لئے قید عزیز
ہم تو رہتے ہیں سدا گردشِ دوراں کے قریب





بوڑھے لفظوں سے نئے معنی نکالوں تو چلوں
ان کو اک تازہ غزل اپنی سنا لوں تو چلوں

اپنے تن من کو میں پاکیزہ بنا لوں تو چلوں
ذہن سے فرقہ پرستی کو مٹا لوں تو چلوں

گیت اک اور تمہیں اپنا سنا لوں تو چلوں
رنگ محفل میں تیری آج جما لوں تو چلوں

آپ لکھ لکھ کے میرا نام مٹا لیں لیکن
ریت پہ آپ کی تصویر بنا لوں تو چلوں

مجھ سے ممکن نہیں ہمراہ تمہارے چلنا
لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو سنبھالوں تو چلوں

میل دُھل جائے گا صدیوں کی بُرائی کا عزیز
آپ کے دل میں جگہ اپنی بنا لوں تو چلوں





ہنسیں جب سے گریزاں دیکھتا ہوں
جہانِ دل کو ویراں دیکھتا ہوں

اندھیرے کیا ڈرا سکتے ہیں مجھکو
چراغِ دل فروزاں دیکھتا ہوں

ہوا کا رُخ بدلتا جا رہا ہے
مسلسل زورِ طوفاں دیکھتا ہوں

مقدر میری کشتی کا تو دیکھو
ہیں طوفاں کو نگہباں دیکھتا ہوں

کئی خانوں میں تقسیم ہیں انساں
میں یہ کیا حالِ انساں دیکھتا ہوں

عزیز اس ارتقاء کے دور میں بھی
ہر اک چہرہ پریشاں دیکھتا ہوں





حیرت تک ہمارے حال پہ وہ مہرباں نہیں
منزل کی کاوشیوں میں کوئی کامراں نہیں

ہے کون جن کے دل میں غموں کا دھواں نہیں
غربت کی دھوپ دوستو جگ میں کہاں نہیں

ہمدردیوں نے اور بڑھا دی برہنگی
دنیا میں بیکسوں کا کوئی مہرباں نہیں

اُردو کا شکوہ کس سے کروں آج دوستو
اس دور میں تو کوئی بھی اہلِ زباں نہیں

اِک پل کو میرے سر پہ بھی رک جاؤ بادلو
مدت سے میرے سر پہ کوئی سائباں نہیں

دل کو دُکھا کے عشق کی سیڑھی پہ ہم چڑھے
اپنے جنوں سے عقل مگر شادماں نہیں

رکھا اگر ہے پاؤں کو وہ پھونک پھونک کر
انسان کی لغزشوں کا کوئی امتحاں نہیں

سینچا لہو سے اپنے جسے آج تک عزیز
اُس پیڑ پر ہی میرا مگر آشیاں نہیں



ہم نے تو رکھی شمع سرِ بزم جلا کے
اب دیکھئے کیا کرتے ہیں جھونکے یہ ہوا کے

خاموش ہیں سب اہلِ سخن مصلحتاً آج
نا اہلوں نے رکھا ہے جہاں سر پہ اٹھا کے

ہٹتی نہیں آنکھوں سے میرے دوست کی صورت
ہر بار مٹاتا ہوں میں تصویر بنا کے

ہے ہم کو تیرے سامنے آنے سے تکلّف
یہ بات سبھی کہہ دیتا کوئی سامنے آ کے

آپس میں عزیز اپنے ہیں سب غیر نہیں ہیں
اولاد جو آدم کی ہے بندّے ہیں خدا کے





کون کہتا ہے کہیں اُس کا نشاں ملتا نہیں
کیا کوئی ایسی جگہ ہے تو جہاں ملتا نہیں

بجلیوں نے ظلم ڈھایا ہے چمن میں اس قدر
سر چھپانے کو کہیں آشیاں ملتا نہیں

یا الٰہی عرش پر تو ہی مکاں دے دے کوئی
فرش پر رہنے مجھے کوئی مکاں ملتا نہیں

خوبیاں اب تو بہت مل جائینگی انسان میں
پر خلوصِ دل دلوں کے درمیاں ملتا نہیں

خوں بہایا ہمنے بھی ہے اِس چمن کیواسطے
ہم کو انعامِ وفا پھر کیوں یہاں ملتا نہیں

ہے ضرورت تو کئی ہمدرد ملتے ہیں مگر
وقت پڑ جائے تو کوئی مہرباں ملتا نہیں

کیا سناؤں داستاں میں سوزشِ دل کی عزیز
اِک سوا تیرے کوئی بھی رازداں ملتا نہیں





تم اپنے دل میں جگہ مجھکو دے دیا تو کرو
کبھی تو دل سے میرا نام لے لیا تو کرو

نظر ملانا نہ چاہو تو کوئی بات نہیں
لبوں پہ اپنے تبسم بچھا دیا تو کرو

ملینگے اس میں بہت رنج و غم کے افسانے
ہمارے چہرے کو تم غور سے پڑھا تو کرو

ہے کامرانی یقیناً تمہارے قدموں میں
کسی بھی کام کو تم شوق سے کیا تو کرو

ہمارے درد کا احساس تم کو تب ہوگا
تم اپنے درد کو محسوس کر لیا تو کرو

نظر تمہاری ہے کیوں غیر کے گریباں پر
عزیز اپنا گریباں کبھی سیا تو کرو





خودداریوں کا ساتھ بھی چھوڑا نہیں کبھی
بربادیوں پہ اپنی میں رویا نہیں کبھی

عقل و خرد سے کام جو لیتا نہیں کبھی
منزل وہ اپنی زیست کی پاتا نہیں کبھی

حالانکہ وقت ہم پہ بھی فاقوں تک آگیا
لیکن ضمیر ہم نے تو بیچا نہیں کبھی

چہرہ تو چھپ بھی جائے گا پھر بھی نقاب میں
چہرے سے دل کا راز تو چھپتا نہیں کبھی

غیروں کی فکر کرتے رہے زندگی تمام
خود کے لئے کچھ آپ نے سوچا نہیں کبھی

توڑا قدم قدم پہ زمانے نے میرا دل
میں نے کسی کے دل کو تو توڑا نہیں کبھی

احساس درد اس کو بھلا کیسے ہو عزیز
اک پل بھی جس نے درد کو پالا نہیں کبھی





وہیں حاصل مجھے معراجِ حسنِ بندگی ہو گی
خیالِ یار میں جس دم فنا یہ زندگی ہو گی

ہمارے خانۂ دل میں جنوں کی روشنی ہو گی
تمہارے اِک تبسّم پر ہماری زندگی ہو گی

سراپا یار کا ہو کر مکمل صورتِ غم ہوں
بتائیں اہلِ دل مجھکو کہ کیسے زندگی ہو گی

کرے کیا کوئی اندازہ جنونِ عشق کا مرے
ہزاروں زاویوں میں دل کی دنیا بٹ گئی ہو گی

عزیزانِ وطن کیونکر نہ کرتے اتباع مری
وہ نقادِ سخن ہوں جسکو دنیا جانتی ہو گی





معصوم ہوا کرتے ہیں برسات کے بچھو اور کاٹتے رہتے ہیں میرے ساتھ کے بچھو
سوؤں تو بھلا کیسے میں اپنے مکاں میں سونے نہیں دیتے مجھے حالات کے بچھو
کیا بات ہے بستر پہ مرے رینگ رہے ہیں پھر آج سرِ شام سے جذبات کے بچھو
چٹکی سے انھیں خود ہی جھٹک دیتا ہوں اکثر چڑھ جاتے ہیں جب جسم پہ آفات کے بچھو
لکھا ہے یہ حسرت نے بھی تم رونے بھی لوگو دیتے ہیں دلاسہ بھی حوالات کے بچھو
منزل کی طرف بڑھتے ہی رک جاتے ہیں پاؤں سر اپنا اٹھاتے ہیں سوالات کے بچھو
سچ جھوٹ کے میرے سامنے آجاتے ہیں کچھ لوگ قابو میں نہیں رہتے ہیں جذبات کے بچھو

آپس میں عزیز ہم کو لڑاتے ہی رہیں گے
جینے نہیں دیں گے یہ بڑی ذات کے بچھو





ایک مضبوط سا سینے میں جگر رکھتے ہیں
ہم مصائب میں بھی جینے کا ہنر رکھتے ہیں

میرے اس شہر میں وہ لوگ اثر رکھتے ہیں
شاعری میں جو مقام اپنا صفر رکھتے ہیں

اس طرف کو ہے خزاں اور بہاریں ہیں اُدھر
دیکھئے اپنا قدم اب وہ کیدھر رکھتے ہیں

آپ کے عشق میں دیوانے کہیں رُکتے ہیں
گردشِ پا میں وہ پیہم ہی سفر رکھتے ہیں

کیا ہماری بھی کبھی یاد ستاتی ہے انھیں
ہم تصوّر میں جنھیں شام و سحر رکھتے ہیں

باتوں باتوں میں جو کرتے ہیں انا کے ٹکڑے
ایسے لوگوں سے بھی ہم ربط مگر رکھتے ہیں

لڑکھڑا جاؤ گے پیچھے نہ چلو میرے عزیز
ہم سخن فہم نئی اپنی ڈگر رکھتے ہیں





خدارا کیجیے نہ زحمت نقاب اٹھانے کی
فضا خراب ہے بدلے ہوئے زمانے کی

بڑھاؤ حوصلہ ٹوٹے دلوں کا اے لوگو
کرو نہ بات نہ کبھی دل کے ٹوٹ جانے کی

خدا بھی ڈالے گا عیبوں پہ آپ کے پردہ
ہمارے عیب کو کوشش کریں چھپانے کی

میں اپنے خون سے لکھتا ہوں وقت کا نوحہ
بلا سبب مجھے عادت نہیں رلانے کی

ہمارے گھر سے نکلنے پہ اب ہے پابندی
تمہیں تو چھوٹ ہے ہر روز آنے جانے کی

نہیں ہے طاقتِ پرواز بازوؤں میں مگر
سنائی دیتی ہے آواز پھڑپھڑانے کی

میرے وجود سے لپٹی ہوئی ہے خاموشی
مگر میں سنتا ہوں آواز کھٹکھٹانے کی

عزیز اس کا تعاقب میں روز کرتا ہوں
عجب ادا ہے دبے پاؤں اس کے آنے کی



تم کیا گئے کہ بزم کی رونق نکل گئی
گویا بہار آ کے خزاں میں بدل گئی

تابِ جمال لا نہ سکے اُن کے روبرو
اِک آرزوئے دید تھی وہ بھی نکل گئی

اے چشمِ یار تیری عنایت کا شکریہ
تو مہرباں ہوئی مری دنیا بدل گئی

سوزِ غمِ فراق کا عالم نہ پوچھئے
دنیائے دل تباہ ہوئی اور جل گئی

میرا سرِ نیاز تھا آغوشِ حسن میں
میں سرگراں رہا تو یہ حسرت نکل گئی

میری جبیں کو نقشِ کفِ پا کی ہے تلاش
کیسے کہوں کہ حسرتِ سجدہ نکل گئی

اِس واسطے عزیز ہے کانٹوں سے دوستی
بوئے وفا تو غنچہ و گُل سے نکل گئی





تاریکیوں میں کوئی تو تنویر چاہیے
غم دور کرنے آپ کی تصویر چاہیے

خنجر نہ ہاتھ میں کوئی شمشیر چاہیے
جو انقلاب لائے وہ تحریر چاہیے

پہنا دی اُن کو پھولوں کی زنجیر وقت نے
لوہے کی جن کے پاؤں میں زنجیر چاہیے

اپنے تلے کا جس سے اندھیرا نہ دور ہو
ہم کو نہ ایسی شمع کی تنویر چاہیے

سب کے نصیب میں کہاں دیدار آپ کا
دیدار کرنے آپ کا تقدیر چاہیے

غیروں کو درس دینے سے بہتر ہے اے عزیز
اپنے عمل کی پہلے تو تعمیر چاہیے





نقشِ قدم بھی اُن کے عجب کام کر گئے
بگڑے ہوئے نصیب ہمارے سنور گئے

جب کچھ نہ بن سکا تو وہ بدنام کر گئے
اِک بے وفا کا مجھ پہ وہ اِلزام دھر گئے

اِس واسطے اُلجھ گئی کانٹوں میں زندگی
جِس راہ پر نہ چلنا تھا اُس راہ پر گئے

لب پر جو اُن کے ایک تبسّم مچل گیا
دل میں ہمارے خوشیوں کے موتی بکھر گئے

وہ کیا مٹیں گے حق و صداقت کے نام پر
جن کے ضمیر دہر میں اے دوست مر گئے

ہم نے کہی جو چار میں حق بات اے عزیز
سینوں میں حاسدوں کے بھی خنجر اُتر گئے





ہر دور بے سکوں یہ کہاں مجھ میں تاب ہے
کم ہے خوشی زمانے میں غم بے حساب ہے

پہنچا دیا کہاں سے کہاں انقلاب نے
چہروں پہ سب کے مصلحتوں کی نقاب ہے

بھولے سے بھی غرور نہ کیجئے حیات پر
انساں کی زندگانی تو مثلِ حباب ہے

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ساقی نہ مے پلا
مجھ میں ذرا بہکنے کی عادت خراب ہے

مدّت کے بعد آج ملے ہیں عزیز آپ
کس حال میں اب آپ کا چڑھتا شباب ہے





کھل کے اقرارِ وفا تجھ سے وہ کرتا ہی نہیں
بے تکلّف وہ کبھی سامنے آتا ہی نہیں

تیرے دیدار سے کیوں جی میرا بھرتا ہی نہیں
ایسا لگتا ہے کہ میں نے تجھے دیکھا ہی نہیں

جس کے سینے میں کلیجے کی جگہ پتھّر ہو
بچھڑے لوگوں کے لئے وہ تو تڑپتا ہی نہیں

صرف کمظرف ہی لاتا ہے زباں پر اپنی
ظرف والا کبھی احسان جتاتا ہی نہیں

گھر کا جلنا تو ہر اک آنکھ نے دیکھا ہوگا
دل کا جلنا تو کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں

دور کر لیجئے عزیز دل کی غلط فہمی کو
ترکِ الفت کا میرے دل میں ارادہ ہی نہیں





رونے کا وقت ہے نہ رلانے کا وقت ہے
حالات کی روش کو بنانے کا وقت ہے

احساس اپنے دل میں جگانے کا وقت ہے
حق کی صدا کو اوج پہ لانے کا وقت ہے

تاریکیوں میں کیسے گذاریں گے زندگی
سورج نیا جہاں میں اُگانے کا وقت ہے

غیروں پہ تکیہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں
خود اپنا بوجھ آپ اٹھانے کا وقت ہے

کیا اُن کے سر کی آج قسم کھائیں گے عزیزؔ
اپنی قسم کو آپ ہی کھانے کا وقت ہے





شمع کو بس تیرگی میں ہی جلانا چاہیے
دوستوں کو وقت پر ہی آزمانا چاہیے

انساں کو ہر بُرائی سے کترانا چاہیے
اچھی ہر ایک بات کو اپنانا چاہیے

تنہائیوں میں دل سے کبھی کر کے مشورہ
اُلجھی ہر ایک بات کو سُلجھانا چاہیے

سر شئے میں حسن یار کی کرتا رہے تلاش
ایسا ہی مجھکو اک دلِ دیوانہ چاہیے

جوشِ جنوں ہجوم میں کیوں سرد سرد ہے
شاید عزیز پھر اُسے ویرانا چاہیے





اُس کے چہرے پہ کہاں رنج و ملال آتا ہے
مسکرانے کا جیسے غم میں کمال آتا ہے

تیرے در سے جو لبشر ہو کے نہال آتا ہے
زندگی میں نہ کبھی اُس کو زوال آتا ہے

وقت جب ہین کے حیوان کی کھال آتا ہے
دردمندوں کا کہاں اُس کو خیال آتا ہے

ایک شاعر کا مقام آپ نے سمجھا ہی نہیں
ذہن شاعر کا سمندر کو کھنگال آتا ہے

ہم تو ہر روز تمہیں یاد کیا کرتے ہیں
کیا ہمارا بھی کبھی تم کو خیال آتا ہے

کیفیت دل کی عزیزا اور ہی ہو جاتی ہے
جب تصور میں تیرا حسن و جمال آتا ہے





وہ نقاب رخ اُلٹ کر سرِ عام آ نہ جائے
مجھے ڈر ہے مجھ سے کرنے وہ کلام آ نہ جائے

میں بلندیوں پہ جا کر کہیں نیچے گر نہ جاؤں
مری زندگی میں یارب وہ مقام آ نہ جائے

مجھے خوف ہے کہ رسوا سرِ بزم ہو نہ جاؤں
سرِ بزم اُن کے لب پر مرا نام آ نہ جائے

مرے ساتھ اُنکی ہے نگاہِ لطف یارب
کہیں ایسے میں جدائی کا پیام آ نہ جائے

مری ان مسرّتوں پر کہیں پھر نہ جائے پانی
مجھے یادِ ہجر کی شب سرِ شام آ نہ جائے

ہے عزیز اُن کے عارض پہ بہار گیسوؤں کی
کہیں گردشِ زمانہ تہِ دام آ نہ جائے





غم کا صحرا بنا ہوا ہوں میں
اپنے اندر ہی رو رہا ہوں میں

راہ بھٹکے تو یاد کر لینا
اے مسافر تیرا پتہ ہوں میں

دیکھ کر کیا کروں گا دُنیا کو
طالبِ دید آپ کا ہوں میں

حق کی تعمیر میں ہوا رُسوا
کون کہتا ہے بے وفا ہوں میں

جانے گُل کر دے کب کوئی جھونکا
ٹمٹماتا ہوا دیا ہوں میں

میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھو
کس کے جلووں کا آئینہ ہوں میں

کیا ڈرائیں گے حادثے مجھ کو
حادثوں میں تو پل رہا ہوں میں

نہیں کھلتا بھرم عزیز میرا
کیا خبر کس کا مدعا ہوں میں



ہم جہاں حوصلہ مندی پہ اتر آتے ہیں
حادثے خوف زدہ ہم کو نظر آتے ہیں

رونے والے تو ذرا دیکھ تو میری جانب
میری آنکھوں میں کہیں اشک نظر آتے ہیں

جب کبھی آتا ہوں میں بنیاد نشیمن رکھنے
پیشوائی کے لئے برق شرر آتے ہیں

غمزدہ چہروں پہ آجاتی رونق ایکدم
لے کے ہم سب کے لئے اچھی خبر آتے ہیں

بے ہنر کے لئے دشوار ہے جینا لیکن
شان سے جینے کے اب سب کو ہنر آتے ہیں

اُن کی محفل میں عزیز آ تو گیا ہوں لیکن
کتنے الزام نہ جانے سب کے سر آتے ہیں



۱



جس دل میں اُسکے پیار کے طوفاں نہیں رہے
ساحل پہ اس کے آنے کے امکاں نہیں رہے

فضل و کرم سے تیرے پریشاں نہیں رہے
ہم حادثوں کی بھیڑ میں حیراں نہیں رہے

حالانکہ وقت ہم پہ بھی آیا خراب تھا
لیکن کسی کے آگے پشیماں نہیں رہے

کردار جن کا زندہ ہے دنیا میں آج بھی
افسوس اس جہاں میں وہ انساں نہیں رہے

اُن سے نظر ملانے کا فیضان ہے عزیز
دُنیا سے دل لگانے کے ارماں نہیں رہے





جلوہ دکھا کے بزم سے تم کیا نکل گئے
دل میں تمہاری دید کے ارماں مچل گئے

شاید کہ کوئی زخم میرے دل کا بڑھ گیا
آنکھوں سے میری اشکوں کے دریا اُبل گئے

رکھتے نہ تھے مقام جو کل تک جہاں میں
وہ دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بدل گئے

پھولے نہیں سماتے ہیں خوشیوں سے چند لوگ
دیکھا گیا نہ جن سے وہی لوگ جل گئے

ہم کامراں وہاں سے نکل آئے ہیں عزیزؔ
اہلِ زمانہ ہاتھ جہاں پر مسل گئے





کون ہے جو میری نظروں میں سدا پھرتا ہے
کبھی ملتا نہیں اور ساتھ لگا پھرتا ہے

جس نے کل آگ لگائی تھی چمن میں ہر سو
پارسا آج وہ گلشن میں بنا پھرتا ہے

جب تک اغراض ہیں وابستہ سبھی پھرتے ہیں
بے غرض کس کے لیے کون بھلا پھرتا ہے

زندگانی کا ظہور ایسا ہے بحرِ غم میں
بلبلا ہے کہ سرِ آب بہا پھرتا ہے

جو کبھی چل نہیں سکتا تھا زمیں پر یارو
دوش پر اب وہ خلاؤں کے اڑا پھرتا ہے

مستحق ہے وہی انسان بڑائی کا عزیز
ہر برائی سے جو انسان بچا پھرتا ہے



تیری بے رُخی سے ہمدم یہ فضا بدل نہ جائے
اِسی غم کو سہتے سہتے میرا دم نکل نہ جائے

میرے سامنے نہ آنا نوائے دلربا سنّور کے
کہیں ضبط کی حدوں سے مِرا دل نکل نہ جائے

میری چشم منتظر کو تیری دید ہو میسّر
تیرے اِنتظار میں اب یہ شباب ڈھل نہ جائے

باکمالِ رازداری میں خموش ہوں ازل سے
سرِ بزم تجھکو پا کر مرا دل مچل نہ جائے

اے عزیز اُن سے ہر دم ذرا باخبر ہی رہنا
وہ وفائیں کرتے کرتے کوئی چال چل نہ جائے





راہِ وفا میں یوں نہ مجھے آزمائیے
پھولوں کے بدلے راہ میں کانٹے بچھائیے

نفرت مٹائیے نہ محبت بڑھائیے
آئینہ اپنے آپ کو اک دن دکھائیے

کانٹوں سے پیرہن کو بچانے کے دن گئے
اِس دور میں تو پھولوں سے دامن بچائیے

تقدیر جاگ اُٹھے گی اِک روز آپ ہی
تدبیر کو تو اپنا مقدّر بنائیے

بیٹھے ہیں ہم بھی آس لگائے ہوئے حضور
دل توڑ کے سہارا خدارا نہ جائیے

کب تک حضور آپ رہیں غم کی چھاؤں میں
اب تو ذرا خدا کے لئے مسکرائیے

حاسِد ہیں جو زمانے میں اُن سب کو اے عزیزؔ
ہیرے چمکتے رہتے ہیں اتنا بتائیے





اس طرح اپنے درد کی چادر نچوڑیے
آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر نچوڑیے

دریا نچوڑیے نہ سمندر نچوڑیے
ہمت اگر ہے اپنا مقدر نچوڑیے

نکلے گا اس میں کتنے غریبوں کا خونِ دل
مکر و فریب کی ذرا چادر نچوڑیے

گھائل ہوئے ہیں آپ خود اپنے خیال سے
کس نے کہا کہ آپ سے خنجر نچوڑیے

تدبیر کے بغیر مقدر نہیں عزیز
کیا مل سکے گا لاکھ مقدر نچوڑیے





جس جگہ جلوے عیاں دوست تمہارے ہونگے
رقص کرتے وہاں دن رات ستارے ہونگے

بے خبر جشنِ چراغاں کے منانے والے
تیری محفل میں کئی درد کے مارے ہونگے

چاہنے والے تیرے حسنِ تغافل کی قسم
ہم نے کس طرح شب و روز گذارے ہونگے

میرا ایمان ہے میدانِ قیامت میں عزیز
جب نہیں ہوگا کوئی آپ ہمارے ہونگے





آپ خاموش یہ دیکھینگے تماشہ کیسے
زندگی میری بنی ایک کھلونا کیسے

آج دنیا میں لہو بہتا ہے انسانوں کا
آجکل خون ہے پانی سے بھی سستا کیسے

لوگ ڈرتے ہیں یہاں حق کو بیاں کرنے سے
پڑھ گیا منہ پہ زمانے کے یہ تالا کیسے

قیمتیں بڑھ گئیں بازار میں ہر اک شئے کی
اب گرانی میں کوئی شان سے جیئے کیسے

میں تو خود چور ہوں زخموں سے جفا سے عزیز
مضطرب دل کو میں اب دوں تو دلاسا کیسے



بہار تو بھی غلط دل کشی بھی جھوٹی ہے
چمن کے لالہ و گل کی ہنسی بھی جھوٹی ہے

یقین آتا نہیں تم بھی ہو خفا ہم سے
نظر ملا کے کہو بے رخی بھی جھوٹی ہے

ہٹاؤ بادہ کشو سامنے سے پیمانے
سرور کیف غلط مے کشی بھی جھوٹی ہے

برا نہ مانو تو اک بات عرض کرتا ہوں
اندھیری رات میں یہ دل کشی بھی جھوٹی ہے

بھروسہ کیا کہ وہ کب ساتھ چھوڑ دے تیرا
یہ چند روز تیری زندگی بھی جھوٹی ہے

یہ غم نہیں کہ فریبی مجھے سمجھتے ہیں
ہر ایک بات مگر آپ کی بھی جھوٹی ہے

متاعِ زر میں محبت کو میری جھٹلا کر
کسی کے ساتھ سہی دوستی بھی جھوٹی ہے

عزیز آج کی دنیا ہے جھوٹ کی دنیا
ہمارے عہد کی دانشوری بھی جھوٹی ہے



اسیرِ غم ہوں میں صدیوں سے کر بحال مجھے
غموں کے گہرے سمندر سے اب نکال مجھے

میں گر رہا ہوں ذرا تو ہی اب سنبھال مجھے
برائیوں کے سمندر سے اب نکال مجھے

ملی نصیب سے ہے زیست لازوال مجھے
تیرے کرم نے بنایا ہے بے مثال مجھے

تمام رات گذاری ہے کروٹیں لے کر
تمہارا آتا رہا رات بھر خیال مجھے

ہر ایک بات پہ کرتا ہے تجھ سے لافِ گزاف
کہیں کا رہنے نہ دے گا یہ ابتذال مجھے

بکھر نہ جائے کہیں ریت میری ہستی کی
ہوا میں گیند کی طرح سے مت اُچھال مجھے

میں تتلیوں کی طرح گل رخوں میں رہتا ہوں
نہ آیا ہے نہ کبھی آئے گا زوال مجھے

عزیز عرش سے اُٹھ کر زمیں پہ کیوں آئے
ستاتا رہتا ہے اکثر یہی خیال مجھے



ہاتھوں سے بلاؤں کو خود ہمنے بُلایا ہے
جو کچھ بھی کیا ہمنے وہ سامنے آیا ہے

دو چار ہیں وہ انساں اب قہر الٰہی سے
یارب تیری مسجد کو جس جس نے بھی ڈھایا ہے

شہروں میں وبا پھیلی صورت میں بلاؤں کی
انجام جفاؤں کا قدرت نے دکھایا ہے

کیا دوگے جواب اس کا دربار الٰہی میں
بے وجہ غریبوں کو جو تم نے ستایا ہے

خالق بھی عزیزاں کو سینے سے لگائے گا
جس نے بھی یتیموں کو سینے سے لگایا ہے





منزل ہے صرف پیار کی صبر و قرار کی
سیکھا یہ ہم نے بیٹھ کے صحبت میں چار کی

وعدہ خلافیوں سے تیری پوچھتا ہوں میں
لمبی ہے عمر کتنی شبِ انتظار کی

ساحل دکھائی دینے لگا ہے قریب سے
طوفاں کی سمت میں نے جو راہ اختیار کی

دولت کے پیچھے دوڑنا بے فیض ہو گیا
آئی نہ ہاتھ پھر بھی وہ کوشش ہزار کی

شاداب زندگی جو عطا کی عزیز کو
یہ ہیں نوازشِ میرے پروردگار کی





عجیب طوفان میں کشتی پھنسی ہے
نہ چلتی ہے نہ ظالم ڈوبتی ہے

کچھ اِس انداز کی اُن کی ہنسی ہے
کلی جیسے چمن میں کھل رہی ہے

کریں کیا مستقل ہم گھر بنا کر
ہماری زندگی تو عارضی ہے

جلائے جا رہے ہیں زندہ انساں
وطن میں اپنے کتنی روشنی ہے

ابھی امکاں ہے اُن کے آنے کا
ابھی تاروں میں کچھ روشنی ہے

ہمیں برباد کر کے خوش ہے کوئی
عزیز اِس بات کی ہم کو خوشی ہے





ظالم و نفرت جھوٹ ہی جب زلیست کا معیار ہے
کس سے پوچھیں کون ہم میں صاحبِ کردار ہے
چھپ نہیں سکتا تبسم سے تمہارا غم کبھی
غم کا چہرے سے تمہارے خود بخود اظہار ہے
ہم جگر کے خون کی بوندوں کی چھپتی ہی نہیں سرخیاں
بھیگا بھیگا آنسوؤں میں آج کا اخبار ہے
ہو سکے تو دستِ نازک سے اسے چھو لیجئے
آپ کے گھر میں چھپا تھا ہاں یہی وہ خار ہے
آدمی کے کام آئے آدمیت پر مرے
جس میں یہ خوبی نہ ہو وہ آدمی بیکار ہے
چیخیں آہیں آہوں زاری خوں میں لپٹی دھجیاں
کس قدر جاذبِ نظر یہ آپ کی سرکار ہے
آپ اب ہر شئے کو سمجھا کر نہیں سکتے عزیز
دیکھ لیجئے آڑھی ٹیڑھی وقت کی رفتار ہے





ایک جھلک دیکھکر دیکھتے رہ گئے　　دید آور عمر بھر دیکھتے رہ گئے
اُس کا پُر کیف حسنِ سراپا جمال　　خود کو ہم بھول کر دیکھتے رہ گئے
دل کی ہر بات سوئے فلک چل پڑی　　ہم دُعا کا اثر دیکھتے رہ گئے
ختم میرے سخن پر ہوا اعتبار　　مجھکو سب معتبر دیکھتے رہ گئے
بُوریا ان کی آمد پہ لایا گیا　　وہ مگر میرا گھر دیکھتے رہ گئے
زاد سب لوٹ کر لے گئے بے ہُنر　　اور اہلِ ہنر دیکھتے رہ گئے

تشنگی بڑھ گئی میری اتنی عزیز
مجھکو سب چارہ گر دیکھتے رہ گئے





بخشا تیری وفا نے عجیب حوصلہ مجھے
رکھتے ہیں اپنی آنکھ میں اہلِ وفا مجھے

ورنہ یہ زندگی تو کسی کام کی نہ تھی
تیرے کرم نے کر دیا ذی حوصلہ مجھے

میں چل پڑا سفر میں تیرا نام لیکے جب
اتنی مجال کس میں تھی جو روکتا مجھے

ڈرتا ہوں میں فریب محبت سے غیر کی
اکثر وفا کے نام پہ دھوکہ ہوا مجھے

سر کو جھکاؤں گا میں اُسی سرزمیں پر
مل جائے جس جگہ بھی تیرا نقشِ پا مجھے

میں اِن کا آئینہ ہوں وہ ہیں میرا آئینہ
اپنا مقام کیا ہے نظر آ گیا مجھے

میں نے تو اپنا فرضِ محبت ادا کیا
دُنیا سمجھ رہی ہے خدا جانے کیا مجھے

کٹتی ہے کیسی فرقتِ غم تجھ پہ اے عزیز
تو آ کے ایک پل ہی ذرا دیکھ جا مجھے



مجھے یقین ہے محفوظ ہوں بلاؤں سے
پلا بڑا ہوں بزرگوں کی میں دعاؤں سے

میں کلمہ گو ہوں ستا لو قدم قدم پہ مجھے
بڑھیگا حوصلہ میرا انہی سزاؤں سے

ہے سر پہ سایہ میرے یوسفین بابا کا
چراغ بجھ نہ سکے گا میرا ہواؤں سے

وفا پرست ہیں اور بے وفائی کرتے ہیں
خدا بچائے زمانے کو بے وفاؤں سے

میں روشنی ہوں دلوں کو میں چھر دیتا ہوں
نہ ڈھانپیے میرے سورج کو اب ردأوں سے

نہیں ہے طاقتِ پرواز پھر بھی اے لوگو
ہماری بات مگر ہوتی ہے ہواؤں سے

بچا کے گھنٹی اٹھیں تم جگا نہیں سکتے
ملے گا کیا تمہیں پتھر کے اُن خداؤں سے

عزیز رکھیے ذرا سر سنبھال کر اپنا
اب آ بیکے یہاں پتھر سبھی ریتاؤں سے



ہر شخص مجھے دیکھ کے کیوں چیں بجبیں ہے
در پردہ کسی کا یہ اشارہ تو نہیں ہے
ظالم کی کوئی بات بھروسے کی نہیں ہے
دل ہے کہ ہر اک حال میں مجبور یقیں ہے

کس بات کا احساس زمانے کو دلائیں
لوگوں کو کسی بات کا احساس نہیں ہے
کیا شان محبت ہے سمجھ میں نہیں آتی
نظروں سے وہی دور ہے جو دل کے قریں ہے

داغوں سے منور ہے شب غم کا اندھیرا
یہ دل کی زمیں ہے یا ستاروں کی زمیں ہے
اپنے لئے کچھ غور کا موقعہ نہیں ملتا
اس طرح تیری شکل میرے ذہن نشیں ہے

معیار بس اتنا ہے عزیزؔ اپنی نظر کا
نظروں میں رہے حسن تو ہر چیز حسیں ہے





کل بھی حیات ہم نے گزاری خوشی کے ساتھ
ہم جی رہے ہیں آج بھی زندہ دلی کے ساتھ

رشتے دوا نبھے غم کو میری زندگی کے ساتھ
جینا اسی کے ساتھ ہے مرنا اسی کے ساتھ

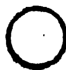
منزل ہمارے قدموں میں خود کھنچ کے آ گئی
جب بھی کیا ہے عزمِ سفر پختگی کے ساتھ

کب وہ دل و نگاہ میں میرے سمائیں گے
ہے انتظار اُن کا بڑی بے کلی کے ساتھ

ایمان بیچ ڈالا ہے دولت کے واسطے
کیا قبر میں بھی آئی ہے دولت کسی کے ساتھ

اِک پل تو مسکرا کے ملو مجھ غریب سے
کھلتے ہیں پھول دل میں تمہاری ہنسی کے ساتھ

یکساں رہا نہ وقت کسی پر کبھی اے عزیز
غم ہیں کسی کے ساتھ تو خوشیاں کسی کے ساتھ





شعورِ حسنِ نظر دے کے ذی مقام کیا
وہ حسن کو چاہا دو عالم نے احترام کیا

ترا مقام مجھے خود ہی ہو گیا معلوم
ہر ایک شئے نے جو جھک کر مجھے سلام کیا

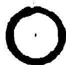
یہ اُن کی شانِ تغافل کا اِک کرشمہ ہے
نظر نظر میں جو قصہ مرا تمام کیا

اُٹھا کے بارِ امانت جو مسکرانے لگا
یہ میرا ظرف تھا جو تیرا احترام کیا

سجانے عرشِ معلیٰ کو اپنے جلووں سے
ترے لئے مری قدرت نے انتظام کیا

وہ کعبہ بن گیا اہلِ وفا کا دنیا میں
جہاں عزیز انہوں نے کبھی قیام کیا





تیرا سایہ رہتا ہے ایسے دل کے درپن پر
اختیار ہو جیسے تجھکو میرے تن من پر

مصلحت ہے کیا اس میں کچھ بتا میرے مولیٰ
سینکڑوں نشانے ہیں اِک میرے نشیمن پر

اِس چمن کو سینچا ہے اپنے خون سے ہم نے
ہے مجال کس میں جو آنکھ اٹھائے گلشن پر

حُسنِ رُخ بھی چھن چھن کر مثلِ سایہ اُبھرا ہے
جب نظر پڑی میری اُن کے در کی چلمن پر

غم کے تیز رو دھارے زندگی کے ساتھی ہیں
ہو گئے پریشاں کیوں اِک ذرا سی اُلجھن پر

کیا سے کیا بنا ڈالا تجھکو تیری اُلفت نے
ناز میں کروں جتنا کم ہے میرے ساجن پر

اے عزیز بڑھتی ہے بات باتوں باتوں میں
دیکھئے نہ آجائے داغ دل کے درپن پر





دل اپنا اگر ظلم کا خوں گر نہیں ہوتا
ہاتھوں میں کسی شخص کے پتھر نہیں ہوتا

اشکوں کا اثر چاک دلوں پر نہیں ہوتا
شبنم سے کبھی دامنِ گل تر نہیں ہوتا

کیا بات ہے وہ دل کو سکوں دے تو رہے ہیں
اور دل کو سکوں ہے کہ میسّر نہیں ہوتا

لے دے کے سوال ایک تبسم کا ہے ورنہ
ہر پھول بہاروں کا پیمبر نہیں ہوتا

قد آوری انسان کو ملتی ہے عمل سے
باتوں سے فقط کوئی قد آور نہیں ہوتا

مفہومِ مقدر سے تو واقف نہیں ناداں
ہاتھوں کی لکیروں میں مقدّر نہیں ہوتا

رہتے ہیں عزیز اپنے تصوّر میں وہ جب تک
احساس خود اپنا ہمیں اکثر نہیں ہوتا





وہ درخت جھیل اور تم وہ اُچھلتا نیلا پانی
میرے پاس اب بھی ہے تیرے پیار کی نشانی

میرا دل ہے زخمی زخمی مری آنکھ پانی پانی
مجھے یاد ہے ابھی تک تیرے درد کی کہانی

ذرا دھیرے بولو ہے یہ میرے دوست کا جنازہ
اُسے موت آگئی ہے سرِ بزم ناگہانی

میں بھلاؤں تجھکو کیسے مجھے یاد ہے ابھی تک
تیرا کھلکھلا کے ہنسنا تیرا طرزِ خوش بیانی

میری زندگی تو گزری اے عزیز حادثوں میں
نہ ہی میں رکا سفر میں نہ ہی میں نے ہار مانی



اکمل حیدرآبادی مرحوم کو خراج عقیدت



کھاتا ہے جتنی چوٹیں انسان زندگی میں
احساس اور تازہ ہوتا ہے آدمی میں
یوں گھونپتے ہیں خنجر احباب زندگی میں
کرتے ہیں طنز اکثر ہم پر ہنسی ہنسی میں
انسان تو بہت ہیں اس دور بے حسی میں
انسانیت کا جذبہ دیکھا نہیں کسی میں
خود اپنے دست و بازو ہوتے ہیں تن پہ بھاری
ایسا بھی اک زمانہ آتا ہے زندگی میں

مغرور کا سر اونچا رہتا نہیں ہمیشہ
جھک کر ہر اک سے ملئے ہے آبرو اسی میں
ملتا ہے اک سہارا اس کو عزیز اکثر
کھویا ہے رات دن جو اس کی ہی عاشقی میں





ہو کے مایوس وہ کبھو نہ گیا
لے کے خالی کبھی سُبو نہ گیا
کِھل اُٹھے پھول پھر صداقت کے
رائیگاں اپنا یہ لہو نہ گیا
ویسے رہتے ہیں ساتھ پھولوں کے
اُن کا وہ طرزِ گفتگو نہ گیا
کوششیں لاکھ کیں بھلانے کی
دل سے پیکرِ وہ خوبرو نہ گیا
دیکھ کے اشک اُن کی آنکھوں میں
میں کبھی اس کے روبرو نہ گیا
ماسوا آپ کے غلاموں کے
کوئی دُنیا سے سرخرو نہ گیا
سونی سونی فضا ہے آج عزیزؔ
ہم سا محفل میں خوش گلو نہ گیا





خزاں کا دور گیا موسمِ بہار کے بعد
قرار دل کو ملا ہے تمہارے پیار کے بعد
وقار آتا نہیں لوٹ کر غبار کے بعد
پتہ چلے گا تمہیں اِس کا اقتدار کے بعد
اسے نہ کھونا کبھی زیست کے طلاطم میں
یہ وقت آتا ہے برسوں کے انتظار کے بعد
تمہیں بہار کی وقعت سمجھ میں کیا آئے
بہار کیا تھی چلے گا پتہ بہار کے بعد
ہزار بار بھروسہ کیا ہے اُس پہ عزیزؔ
اب اس پہ شک بھی کریں کیسے اعتبار کے بعد
عزیزؔ کیسے کہوں امن اور سکوں اس کو
سکوت چھا گیا ذہنوں پہ انتشار کے بعد





قربانیاں دے دے کے وطن ہم نے بنایا
مٹی کو لہو دے کے چمن ہم نے بنایا
زرخیز ہوئی دھرتی میری سب کے لہو سے
ہر ایک شجر سایہ فگن ہم نے بنایا
غصے میں بھی وہ ہنس کے ملا کرتے ہیں ہم سے
روتوں کو ہنسانے کا یہ فن ہم نے بتایا
لفظوں کو خیالات کی ڈوری میں پیرو کے
معنوں کا حسیں رنگیں کفن ہم نے بنایا
دیکھا ہے زمانے نے لہو میرا بہا ہے
لوگوں کا ہے دعویٰ کہ چمن ہم نے بنایا
ہاں آج عزیز آپ تو گمنام ہی ہوتے
گا گا کے غزل رنگ سخن ہم نے بتایا



سرشار میرے دل کو کیا تیری وفا نے
جیسے گلِ خنداں کو چھوا تیز ہوا نے

بگڑی ہوئی ہر بات بنائی ہے خدا نے
ہر موڑ پہ اس طرح نوازہ ہے خدا نے

یہ زیست میری برف کی طرح نہ پگھلتی
کھولا ہے یہی رازِ فنا اور بقاء نے

مدت سے اندھیروں میں یونہی گھوم رہا تھا
چونکایا اجالوں میں مجھے کس کی صدا نے

اپنوں کے کرم نے مجھے برباد کیا ہے
زندہ مجھے رکھا ہے رقیبوں کی دعا نے

خوشبو تیرے گیسو کی مہک اٹھی فضا میں
آنچل تیرا لہرایا جونہی گل کی ہوا نے

ویسے تو بہاروں میں سبھی ساتھ تھے میرے
آیا نہ خزاؤں میں کوئی اشک بہانے

تھوڑی سی توجہ کا طلبگار ہوں لوگوں
آیا ہوں بڑی دور سے میں شعر سنانے

آتی نہیں کمان پکڑنا تمہیں عنبر
نکلے ہو نشانے پہ کہاں تیر چلانے

صداقت کے پھول ؎

آنکھ کھولی تو
جی چاہا
کھولوں زباں
سچ کہوں
سچ لکھوں
جی میں آیا مگر
دیکھ لے
ان جھلستے مکانوں کی محراب کو
ڈر گیا
چپ ہو گیا
ہاں یہی ہیں صداقت کے کچھ پھول
جو
میں تمہیں دے رہا ہوں
قلم کار اب



پہلی سی اِس جہان میں اب رہبری کہاں
حقانیّت کی راہ پہ اب آدمی کہاں

نامِ وفا تو صرف لبوں تک ہی رہ گیا
دولت خلوص و پیار کی دل میں رہی کہاں

منہ مانگے دام لیتے ہیں تاجر ہر ایک سے
قیمت ہر ایک شئے کی میاں واجبی کہاں

اہلِ خرد کا دور ہے دنیا میں آجکل
دنیا میں ملنے والی ہے اب سادگی کہاں

کردار جس سے بن سکے اُونچے مقام کا
بچوں کو آج کل کے وہ صحبت ملی کہاں

اکثر میں سوچتا ہوں عزیزؔ بارہا یہی
انسانیت کی رہ گئی زندہ دلی کہاں



اندرا گاندھی کو خراج عقیدت

دہر میں باکمال تھیں اندرا
آپ اپنی مثال تھیں اندرا

ساری دنیا تھی جنکی شیدائی
وہ سراپا جمال تھیں اندرا

دشمنوں پر جسے بھروسہ تھا
کتنی سادہ خیال تھیں اندرا

ہر عدو کے دماغ میں اکثر
ایک مشکل سوال تھیں اندرا

اُنکو تسخیر کرنا مشکل تھا
اسقدر لازوال تھیں اندرا



گرتی ہے برق اُدھر ہی نشیمن رہے جہاں
حق گو پہ ویسے چلتی ہیں اکثر ہی گولیاں

ظالم کبھی پھڑپھڑا اُٹھینگے اِس طرح دیکھنا
خشکی پہ پھڑپھڑاتی ہیں جس طرح مچھلیاں

قینچی کی طرح چلتی ہے اپنے مفاد میں
افسوس حق پہ آپ کی چلتی نہیں زباں

آنکھوں کے اشک پی کے ہی اب جی رہے ہیں لوگ
کس طرح زندگی ہے زمانے پہ اب گراں

مر مر کے جی رہے ہیں جو روزِ ازل سے ہم
کیا جانے ختم کب ہو ہمارا یہ امتحاں

ہر روز جس میں ہوتا ہے بلبل کا قتل و خوں
دلکش عزیزؔ کتنا ہمارا ہے گلستاں

تمہاری دید سے ہی دور تشنگی ہوگی
جلے گی شمع تو پھر خود ہی روشنی ہوگی

ذرا سی چشمِ کرم جس پہ آپ کی ہوگی
بڑے ہی فخر سے قایل وہ زندگی ہوگی

سفر تمام نگاہوں سے اشک تھے جاری
کسی کی یاد اُنھیں بھی ستا رہی ہوگی

جگا رہے ہیں اُسے ہم وہ سو رہا ہے مگر
کہ اُس کو دائمی اب نیند آ گئی ہوگی

جو صرف جیتے ہیں اپنے لئے زمانے میں
عزیزؔ اُن کی بھی کیا خاک زندگی ہوگی



دو اور دو تو بشر چار ہو گئے
طوفاں ہمارے حق میں مددگار ہو گئے

اس درجہ لوگ زر کے طلبگار ہو گئے
ایمان اپنا بیچنے تیار ہو گئے

برتی سلوک میں جو ذرا تم نے بے رخی
ٹکڑے ہمارے دل کے کئی بار ہو گئے

کہلا رہے ہیں آج ہنرمند بے ہنر
اب بے ہنر ہی دنیا میں فنکار ہو گئے

نہ آشنا تجھے دولتِ غم سے جو اے عزیز
غم سنتے سنتے بس وہ ہی بیزار ہو گئے



میں تو جاؤں اُس کو منانے
بات مری وہ مانے نہ مانے

کانوں میں رس گھول رہے ہیں
بھولے بسرے گیت سہانے

وہ تو میرے پاس آتا تھا
روکا کس نے رب ہی جانے

وقت پڑا تو کوئی نہ آیا
میرے اپنے سب انجانے

میرے گھر میں آگ لگا کر
آئے ہیں وہ آگ بجھانے

پتھر سے اب سر پھوڑیں گے
اپنے پرائے سب ہی دیوانے

تم بھی عنبرین اب گھر سے نکلو
شہرت آئی تمکو بلانے



گردنِ وفا میں کٹاتے رہیں گے ہم
بڑھ کر گلے اجل کو لگاتے رہیں گے ہم

خودداریوں کا ساتھ نبھاتے رہیں گے ہم
ہر غم کو مسکرا کے چھپاتے رہیں گے ہم

تعمیل حکم حق نہ کریں گے تو عمر بھر
ہر ہر قدم پہ ٹھوکریں کھاتے رہیں گے ہم

صحنِ چمن میں پھول کھلانے کے واسطے
کب تک لہو کو اپنے بہاتے رہیں گے ہم

گُل کر کے آپ شمع اندھیرے بڑھایئے
تاریکیوں میں دل کو جلاتے رہیں گے ہم

سر پہ کفن کو باندھ کے اٹھیئے عزیز اب
کب تک غموں کا سوگ مناتے رہیں گے ہم

منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

دیکھتا ہوں میں جدھر مولا علی مشکلکشا
جل رہے ہیں گھر کے گھر مولا علی مشکلکشا
آج کے حالات پر [illegible] مولا علی مشکلکشا
ہو کرم کی اک نظر مولا علی مشکلکشا
آپ ہیں جب ہمسفر مولا علی مشکلکشا
کیا طلاطم کیا بھنور مولا علی مشکلکشا
رو رہے ہیں سن کے سب ہی واقعاتِ کربلا
پھول پتے اور شجر مولا علی مشکلکشا
خوں رلاتے ہیں ہمیں وہ واقعاتِ کربلا
تازہ ہے زخمِ جگر مولا علی مشکلکشا
ہاتھ اُٹھتے ہی دُعا میری فلک تک جا لگے
ہو دُعاؤں میں یہ اثر مولا علی مشکلکشا
آپ کے ہوتے اسیرِ غم رہے کب تک عزیز
ڈال دیجیے اک نظر مولا علی مشکلکشا



قطعات

خشکی پہ مچھلی جیسے تڑپتی ہے گام گام
میں ہجرِ غم میں ایسے تڑپتا ہوں صبح و شام
اِک وقت ایسا آئے گا مرا بھی اے عزیز
میری طرح سے آپ کرینگے مجھے سلام



بنا تڑپ کے کسی درد کا مزہ کیا ہے
تڑپ تڑپ کے تڑپنے میں لُطف کتنا ہے
نہ چھینو مجھ سے بہا رو یہ دُکھ کی دولت
یہ مرا غم ہی میری زلیست کا سہارا ہے



تعارف

مجھے فیل خانے کے تمام شاعر بیحد عزیز ہیں۔ مگران سب میں عزیز عزیزؔ ناگپوری ہیں جن کی شاعری میں زندگی کا کرب بھی ہے اور زمانے کی کربناک جلن اس طرح نغمہ زن ہے کہ ان کے ترنم کی لے میں چنگاریاں دوڑا دیتی ہے۔ ان سے مستقبل میں اچھی معیاری شاعری کی امید رکھی جاسکتی ہے۔

حضرت اوج یعقوبی



عزیزؔ ناگپوری سے میری پہلی ملاقات میرے والد حضرت تقی جاہ بہادر کے مشاعرے میں ہوئی۔ انکے کلام اور ترنم کو بیحد پسند کیا گیا۔ میرے خسر حضرت سعادت جاہ بہادر کے گھر کے مشاعرے میں انکو دوبارہ سن کر بلا تکلف انکی شاعری سننے کی چاہت ہوئی۔ وہ حیدرآباد کے نمائندہ شاعر ہیں۔ مجھے خوشی ہوگی اگر انکا کلام شائع ہوکر ادبی دنیا میں اپنا مقام بنالے۔

پرنس نقی علیخاں ثاقبؔ



ہر قوم اپنی ثقافت سے
پہچانی جاتی ہے اور
ثقافت کی بنیاد زبان
ہوتی ہے
لہٰذا اُردو پڑھیے
اور اپنے بچّوں کو اُردو
پڑھائیے



قطعہ

یہ بات الگ ہے تمہیں عرفان نہیں ہے
وہ سب کی خبر رکھتا ہے انجان نہیں ہے

شامل ہے ہمارا بھی لہو رنگ چمن میں
کچھ ہم پہ چمن والوں کا احسان نہیں ہے

